دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ البقرۃ

آیات ۸۳ تا ۸۶

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۠ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝﴾

آیت ۸۳ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ﴾ ''اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم نہیں عبادت کرو گے کسی کی سوائے اللہ کے۔''

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو گے''

اللہ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حق کا ذکر قرآن مجید میں چار مقامات پر آیا ہے۔ اُن میں سے ایک مقام یہ ہے۔

﴿وَّذِی الْقُرْبٰی﴾ ''اور قرابت داروں کے ساتھ بھی (نیک سلوک کرو گے)''

﴿وَالْیَتٰمٰی﴾ ''اور یتیموں کے ساتھ بھی''

﴿وَالْمَسٰکِیْنِ﴾ ''اور محتاجوں کے ساتھ بھی''

﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ''اور لوگوں سے اچھی بات کہو''

امر بالمعروف کرتے رہو۔ نیکی کی دعوت دیتے رہو۔

﴿وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

یہ بنی اسرائیل سے معاہدہ ہو رہا ہے۔

﴿ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ﴾ ''پھر تم (اس سے) پھر گئے سوائے تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے''

﴿وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور تم ہو ہی پھر جانے والے۔''

تمہاری یہ عادت گویا طبیعتِ ثانیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کے علاوہ ایک اور عہد بھی لیا تھا' جس کا ذکر بایں الفاظ کیا جا رہا ہے:

آیت ۸۴ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ﴾ ''اور جب ہم نے تم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ''

﴿لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ﴾ ''تم اپنا خون نہیں بہاؤ گے''

یعنی آپس میں جنگ نہیں کرو گے' باہم خون ریزی نہیں کرو گے۔ تم بنی اسرائیل ایک وحدت بن کر رہو گے' تم سب بھائی بھائی بن کر رہو گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ (الحُجرات: ۱۰)

﴿وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ﴾ ''اور نہ ہی تم نکالو گے اپنے لوگوں کو اُن کے گھروں سے''

﴿ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾ ''پھر تم نے اس کا اقرار کیا تھا مانتے ہوئے۔''

یعنی تم نے اس قول وقرار کو پورے شعور کے ساتھ مانا تھا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلا شہر اریحا (Jerico) فتح کیا گیا۔ اس کے بعد جب سارا فلسطین فتح کر لیا تو انہوں نے ایک مرکزی حکومت قائم نہیں کی' بلکہ بارہ قبیلوں نے اپنی اپنی بارہ حکومتیں بنالیں۔ ان حکومتوں کی باہمی آویزش کے نتیجے میں ان کی آپس میں جنگیں ہوتی تھیں اور یہ ایک دوسرے پر حملہ کر کے وہاں کے لوگوں کو نکال باہر کرتے تھے' انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ لیکن اگر ان میں سے کچھ لوگ فرار ہو کر کسی کافر ملک میں چلے جاتے اور کفار انہیں غلام یا قیدی بنا لیتے اور یہ اس حالت میں ان کے سامنے لائے جاتے تو فدیہ دے کر انہیں چھڑا لیتے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارا اسرائیلی بھائی اگر کبھی اسیر ہو جائے تو اس کو فدیہ دے کر چھڑا لو۔ یہ ان کا جزوی اطاعت کا طرزِ عمل تھا کہ ایک حکم کو تو مانا نہیں اور دوسرے پر عمل ہو رہا ہے۔ اصل حکم تو یہ تھا کہ آپس میں خونریزی مت کرو اور اپنے بھائی بندوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ اس حکم کی تو پروا نہیں کی اور اسے توڑ دیا' لیکن اس وجہ سے جو اسرائیلی غلام بن گئے یا اسیر ہو گئے اب ان کو بڑے متقیانہ انداز میں چھڑا رہے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے' شریعت کا حکم ہے۔ یہ ہے وہ تضاد جو مسلمان اُمتوں کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔

آیت ۸۵ ﴿ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ﴾ ''پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے ہی لوگوں کو قتل بھی کرتے ہو''

﴿وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ﴾ ''اور اپنے ہی لوگوں میں سے کچھ کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو''

﴿تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ﴾ ''اُن پر چڑھائی کرتے ہو گناہ اور ظلم وزیادتی کے ساتھ۔''

﴿وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ﴾ ''اور اگر وہ قیدی بن کر تمہارے پاس آئیں تو تم فدیہ دے کر انہیں چھڑاتے ہو''

﴿وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ﴾ ''حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام کیا گیا تھا۔''

اب دیکھئے اس واقعہ سے جو اخلاقی سبق (moral lesson) دیا جا رہا ہے وہ ابدی ہے۔ اور جہاں بھی یہ طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا تاویل عام کے اعتبار سے یہ آیت اس پر منطبق ہوگی۔

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ ''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟''

﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ﴾ ''تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے''

﴿اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔''

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ ''اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔''

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔''

یہ ایک بہت بڑی آفاقی سچائی (universal truth) بیان کر دی گئی ہے' جو آج اُمت مسلمہ پر صد فی صد منطبق ہو رہی ہے۔ آج ہمارا طرزِ عمل بھی یہی ہے کہ ہم پورے دین پر چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہم میں سے ہر گروہ نے کوئی ایک شے اپنے لیے حلال کر لی ہے۔ ملازمت پیشہ طبقہ رشوت کو اس بنیاد پر حلال سمجھے بیٹھا ہے کہ کیا کریں' اس کے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ کاروباری طبقہ کے نزدیک سود حلال ہے کہ اس کے بغیر کاروبار نہیں چلتا۔ یہاں تک کہ یہ جو طوائفیں ''بازارِ حسن'' سجا کر بیٹھی ہیں وہ بھی کہتی ہیں کہ کیا کریں' ہمارا یہ دھندا ہے' ہم بھی محنت کرتی ہیں' مشقت کرتی ہیں۔ ان کے ہاں بھی نیکی کا ایک تصور موجود ہے۔ چنانچہ محرم کے دنوں میں یہ اپنا دھندا بند کر دیتی ہیں' سیاہ کپڑے پہنتی ہیں اور ماتمی جلوسوں کے ساتھ بھی نکلتی ہیں۔ ان میں سے بعض مزاروں پر دھمال بھی ڈالتی ہیں۔ ان کے ہاں اس طرح کے کام نیکی شمار ہوتے ہیں اور جسم فروشی کو یہ اپنی کاروباری مجبوری سمجھتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہاں ہر طبقے میں نیکی اور بدی کا ایک امتزاج ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا مطالبہ کلی اطاعت کا ہے' جزوی اطاعت اس کے ہاں قبول نہیں کی جاتی' بلکہ الٹا منہ پر دے ماری جاتی ہے۔ آج اُمت مسلمہ

عالمی سطح پر جس ذلت و رسوائی کا شکار ہے اس کی وجہ یہی جزوی اطاعت ہے کہ دین کے ایک حصے کو مانا جاتا ہے اور ایک حصے کو پاؤں تلے روند دیا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل کی پاداش میں آج ہم ''ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ'' کا مصداق بن گئے ہیں اور ذلت و مسکنت ہم پر تھوپ دی گئی ہے۔ باقی رہ گیا قیامت کا معاملہ تو وہاں شدید ترین عذاب کی وعید ہے۔ اپنے طرزِ عمل سے تو ہم اُس کے مستحق ہو گئے ہیں' تاہم اللہ تعالیٰ کی رحمت دست گیری فرما لے تو اُس کا اختیار ہے۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾﴾ ''اور اللہ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔'' سیٹھ صاحب ہر سال عمرہ فرما کر آ رہے ہیں' لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ یہ عمرے حلال کمائی سے کیے جا رہے ہیں یا حرام سے! وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم نہا دھو کر آ گئے ہیں اور سال بھر جو بھی حرام کمائی کی تھی سب پاک ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے ناواقف نہیں ہے۔ وہ تمہاری داڑھیوں سے' تمہارے عماموں سے اور تمہاری عبا اور قبا سے دھوکہ نہیں کھائے گا۔ وہ تمہارے اعمال کا احتساب کر کے رہے گا۔

آیت ۸۶ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی اختیار کر لی ہے آخرت کو چھوڑ کر۔''

﴿فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾﴾ ''سو اب نہ تو اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کی کوئی مدد کی جائے گی۔''

آیات ۸۷ تا ۹۶

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۭ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۪ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

آیت ۸۷ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' (یعنی تورات)

﴿وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ﴾ ''اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔''

ایک بات نوٹ کر لیجیے کہ یہاں لفظ ''الرُّسُل'' انبیاء کے معنی میں آیا ہے۔ نبی اور رسول میں کچھ فرق ہے' اسے اختصار کے ساتھ سمجھ لیجیے۔ قرآن مجید کی اصطلاحات کے تین جوڑے ایسے ہیں کہ وہ تینوں مترادف کے طور پر بھی استعمال ہو جاتے ہیں اور اپنا علیحدہ علیحدہ مفہوم بھی رکھتے ہیں۔ ان کے ضمن میں علماء کرام نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ ''اِذَا اجْتَمَعَا تَفَرَّقَا وَاِذَا تَفَرَّقَا اجْتَمَعَا'' یعنی جب (ایک جوڑے کے) دونوں لفظ اکٹھے استعمال ہوں

گے تو دونوں کا مفہوم مختلف ہوگا' اور جب یہ دونوں الگ الگ استعمال ہوں گے تو ایک معنی میں استعمال ہو جائیں گے۔ ان میں سے ایک جوڑا ''اسلام'' اور ''ایمان'' یا ''مسلم'' اور ''مؤمن'' کا ہے۔ عام طور پر مسلم کی جگہ مؤمن اور مؤمن کی جگہ مسلم استعمال ہو جاتا ہے' لیکن سورۃ الحجرات میں یہ دونوں الفاظ اکٹھے استعمال ہوئے ہیں تو ان کا فرق واضح ہو گیا ہے۔ فرمایا: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا.....﴾ (آیت ۱۴) ''بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ ان سے کہیے کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے ہو' البتہ یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے.....'' اسی طرح ''جہاد'' اور ''قتال'' کا معاملہ ہے۔ یہ دو مختلف الفاظ ہیں' جن کا مفہوم جدا بھی ہے لیکن ایک دوسرے کی جگہ بھی آ جاتے ہیں۔

اس ضمن میں تیسرا جوڑا ''نبی'' اور ''رسول'' کا ہے۔ یہ دونوں لفظ بھی اکثر ایک دوسرے کی جگہ آ جاتے ہیں' لیکن ان میں فرق بھی ہے۔ ہر نبی رسول نہیں ہوتا' البتہ ہر رسول لازماً نبی ہوتا ہے۔ یعنی نبی عام ہے رسول خاص ہے۔ نبی کو جب کسی خاص قوم کی طرف معین طور پر بھیج دیا جاتا ہے تب اس کی حیثیت رسول کی ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے اُس کی حیثیت انتہائی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ایک ولی اللہ کی ہے' جس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ عام ولی اللہ میں اور نبی میں فرق یہی ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے' ولی پر وحی نہیں آتی۔ لیکن کسی نبی کو جب کسی معین قوم کی طرف مبعوث کر دیا جاتا تھا تو پھر وہ رسول ہوتا تھا۔ جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم دیا گیا: ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (طٰہٰ) ''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ' یقیناً وہ سرکشی پر اتر آیا ہے''۔ اسی طرح دوسرے رسولوں کے بارے میں آیا ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے۔ مثلاً ﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (الاعراف:۸۵) ''اور مدین کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو''۔ یہ فرق ہے نبی اور رسول کا۔ محض سمجھانے کے لیے بطور مثال عرض کر رہا ہوں کہ جیسے آپ کے یہاں خصوصی تربیت یافتہ افراد پر مشتمل CSP cadre ہے' ان میں سے کوئی ڈپٹی کمشنر لگا دیا جاتا ہے' کسی کو جائنٹ سکریٹری کی ذمہ داری تفویض کی جاتی ہے' تو کوئی بطور O.S.D خدمات انجام دیتا ہے' لیکن اس کا کاڈر (CSP) برقرار رہتا ہے۔ اسی اعتبار سے ہر نبی ہر حال میں نبی ہوتا تھا' لیکن اُسے ''رسول'' کی حیثیت سے ایک اضافی ذمہ داری اور اضافی مرتبہ عطا کیا جاتا تھا۔

نبی اور رسول کے فرق کے ضمن میں ایک بات یہ نوٹ کر لیجیے کہ نبیوں کو قتل بھی کیا گیا

ہے' جبکہ رسول قتل نہیں ہو سکتے۔ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ﴿لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ﴾ (المُجادلۃ: ۲۱) ''لازماً غالب رہیں گے میں اور میرے رسول''۔ چنانچہ جب بھی کسی قوم نے کسی رسولؑ کی جان لینے کی کوشش کی تو اس قوم کو ہلاک کر دیا گیا اور رسولؑ اور اُس کے ساتھیوں کو بچا لیا گیا۔ لیکن یہ معاملہ نبیوںؑ کے ساتھ نہیں ہوا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی تھے' قتل کر دیے گئے' جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول تھے' لہٰذا قتل نہیں کیے جا سکتے تھے' ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا' جو قیامت سے قبل دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی شدید تمنا تھی۔ آپؐ نے اپنی اس تمنا اور آرزو کا اظہار اِن الفاظ میں فرمایا ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلَ)) (۱)

''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میری بڑی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جنگ کروں تو اس میں قتل کر دیا جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں!''

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ خواہش پوری نہیں کی۔ اس لیے کہ آپؐ اللہ کے رسول تھے۔ آیت زیر مطالعہ میں نوٹ کیجیے کہ اگرچہ یہاں لفظ رسول آ گیا ہے لیکن یہ نبی کے معنی میں آیا ہے۔ ﴿وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ﴾ ''اور ہم نے موسیٰؑ کے بعد لگاتار پیغمبر بھیجے''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں' درمیان میں جو پیغمبر (prophets) ہیں یہ سب انبیاء ہیں۔

﴿وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑی واضح نشانیاں دیں''

حسی معجزات جس قدر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیے گئے ویسے اور کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ان کا تذکرہ آگے چل کر سورۂ آل عمران میں آئے گا۔

﴿وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''اور ہم نے مدد کی ان کی روح القدس کے ساتھ۔''

(۱) صحیح البخاری' کتاب الجھاد والسیر' باب تمنی الشھادۃ۔ وصحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللہ۔ ومسند احمد واللفظ لہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرائیلؑ کی خاص تائید و نصرت حاصل تھی۔ معجزات کا ظہور کسی نبی یا رسول کی اپنی طاقت سے نہیں ہوتا' اسی طرح کرامت کسی ولی اللہ کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی' یہ معاملہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کا ظہور فرشتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ﴾ ''پھر بھلا کیا جب بھی آیا تمہارے پاس کوئی رسول وہ چیز لے کر جو تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف تھی تو تم نے تکبر کیا۔''

انبیاء و رُسل علیہم السلام کے ساتھ یہود نے جو طرزِ عمل روا رکھا' خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا' یہاں اس پر تبصرہ ہو رہا ہے کہ جب بھی کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر آیا تو تمہاری روش یہی رہی کہ تم نے استکبار کیا اور سرکشی کی' وہی استکبار اور سرکشی جس کے باعث عزازیل ابلیس بن گیا تھا۔

﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝﴾ ''پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کر دیا۔''

اللہ کے رسول چونکہ قتل نہیں ہو سکتے لہٰذا یہاں نبیوں کا قتل مراد ہے۔ مزید برآں ایک رائے یہ بھی دی گئی ہے کہ یہاں ماضی کا صیغہ ''قَتَلْتُمْ'' نہیں آیا' بلکہ فعل مضارع ''تَقْتُلُوْنَ'' آیا ہے اور مضارع کے اندر فعل جاری رہنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ گویا تم ان کو قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے' بعض رسولوں کی تو جان کے درپے ہو گئے۔

آیت ۸۸ ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل تو غلافوں میں بند ہیں۔''

ان کے اس جواب کو آیت ۷۵ کے ساتھ ملایئے جو ہم پڑھ آئے ہیں۔ وہاں الفاظ آئے ہیں: ﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾ ''تو اے مسلمانو! کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے؟'' بعض مسلمانوں کی اس خواہش کے جواب میں یہود کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ ہمارے دل تو غلافوں میں محفوظ ہیں' تمہاری بات ہم پر اثر نہیں کر سکتی۔ اس طرح کے الفاظ آپ کو آج بھی سننے کو مل جائیں گے کہ ہمارے دل بڑے محفوظ ہیں' بڑے مضبوط اور مستحکم ہیں' تمہاری بات ان میں گھر کر ہی نہیں سکتی۔

﴿بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ﴾ ''بلکہ (حقیقت میں تو) اُن پر لعنت ہو چکی ہے اللہ کی طرف سے ان کے کفر کی وجہ سے''

یہ ان کے اس قول پر تبصرہ ہے کہ ہمارے دل محفوظ ہیں اور غلافوں میں بند ہیں۔

﴿فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پس اب کم ہی (ہوں گے ان میں سے جو) ایمان لائیں گے۔''

آیت ۸۹ ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''اور جب آ گئی ان کے پاس ایک کتاب (یعنی قرآن) اللہ کے پاس سے''

﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اُن کے پاس (پہلے سے موجود) ہے''

یہ وضاحت قبل ازیں کی جا چکی ہے کہ قرآن کریم ایک طرف تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور دوسری طرف وہ تورات اور انجیل کی پیشین گوئیوں کا مصداق بن کر آیا ہے۔

﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور وہ پہلے سے کفار کے مقابلے میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔''

ان کا حال یہ تھا کہ وہ اس کی آمد سے پہلے اللہ کی آخری کتاب اور آخری نبی ﷺ کے حوالے اور واسطے سے اللہ تعالیٰ سے کافروں کے خلاف فتح و نصرت کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ یہود کے تین قبائل بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ وہاں اوس اور خزرج کے قبائل بھی آباد تھے جو یمن سے آئے تھے اور اصل عرب قبائل تھے۔ پھر آس پاس کے قبائل بھی تھے۔ وہ سب اُمیین میں سے تھے' اُن کے پاس نہ کوئی کتاب تھی' نہ کوئی شریعت اور نہ وہ کسی نبوت سے آگاہ تھے۔ ان کی جب آپس میں لڑائیاں ہوتی تھیں تو یہودی چونکہ سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے بزدل تھے لہٰذا ہمیشہ مار کھاتے تھے۔ اس پر وہ کہا کرتے تھے کہ ابھی تو تم ہمیں مار لیتے ہو' دبا لیتے ہو' نبی آخر الزمان (ﷺ) کے آنے کا وقت آ چکا ہے جو نئی کتاب لے کر آئیں گے۔ جب وہ آئیں گے اور ہم ان کے ساتھ ہو کر جب تم سے جنگ کریں گے تو تم ہمیں شکست نہیں دے سکو گے' ہمیں فتح پر فتح حاصل ہو گی۔ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس نبی آخر الزمان کا ظہور جلدی ہو تا کہ اُس کے واسطے سے

اور اُس کے صدقے ہمیں فتح مل سکے۔

خزرج اور اوس کے قبائل نے یہود کی یہ دعائیں اور ان کی زبان سے نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں سن رکھی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۱ نبوی کے حج کے موقع پر جب مدینہ سے جانے والے خزرج کے چھ افراد کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت پیش کی تو انہوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا کہ معلوم ہوتا ہے یہ وہی نبیؐ ہیں جن کا یہودی ذکر کرتے ہیں' تو اس سے پہلے کہ یہود ان پر ایمان لائیں' تم ایمان لے آؤ! اس طرح وہ علم جو بالواسطہ طور پر ان تک پہنچا تھا ان کے لیے ایک عظیم سرمایہ اور ذریعۂ نجات بن گیا۔ مگر وہی یہودی جو آنے والے نبی کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے تھے' آپ ﷺ کی آمد پر اپنے تعصب اور تکبر کی وجہ سے آپؐ کے سب سے بڑھ کر مخالف بن گئے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ ''پھر جب ان کے پاس آ گئی وہ چیز جسے انہوں نے پہچان لیا تو وہ اس کے منکر ہو گئے۔''

﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''پس اللہ کی لعنت ہے ان منکرین پر۔''

آیت ۹۰ ﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''بہت بری شے ہے جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کر دیا''

یعنی دنیا کا حقیر سا فائدہ' یہاں کی حقیر سی منفعتیں' یہاں کی مسندیں اور چودھراہٹیں ان کے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہیں اور وہ اپنی فلاح و سعادت اور نجات کی خاطر ان حقیر سی چیزوں کی قربانی دینے کو تیار نہیں ہیں۔

﴿اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''کہ وہ انکار کر رہے ہیں اُس ہدایت کا جو اللہ نے نازل کی ہے''

﴿بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''صرف اس ضد کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اپنے فضل (وحی و رسالت) میں سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔''

یہود اس امید میں تھے کہ آخری نبی بھی اسرائیلی ہی ہوگا' اس لیے کہ چودہ سو برس تک نبوت ہمارے پاس رہی ہے' یہ ''فترۃ'' کا زمانہ ہے' جسے چھ سو برس گزر گئے' اب آخری نبی آنے والے ہیں۔ ان کو یہ گمان تھا کہ وہ بنی اسرائیل ہی میں سے ہوں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ اللہ

تعالیٰ کی یہ رحمت اور یہ فضل بنی اسماعیل پر ہو گیا۔ اس ضدم ضدا کی وجہ سے یہود عناد اور سرکشی پر اتر آئے۔ اس ''بَغْیًا'' کے لفظ کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ دین میں جو اختلاف ہوتا ہے اس کا اصل سبب یہی ضِدّم ضِدّا والا رویہ ہوتا ہے' جسے قرآن مجید میں ''بَغْیًا'' کہا گیا ہے۔ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہے۔

عہد حاضر میں علمِ نفسیات (Psychology) میں ایڈلر کے مکتبہ فکر کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کے جبلی افعال (instincts) اور محرکات (motives) میں ایک نہایت طاقتور محرک غالب ہونے کی طلب (Urge to dominate) ہے۔ چنانچہ کسی دوسرے کی بات ماننا نفس انسانی پر بہت گراں گزرتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ میری بات مانی جائے! ''بَغْیًا'' کے معنی بھی حد سے بڑھنے اور تجاوز کرنے کے ہیں۔ دوسروں پر غالب ہونے کی خواہش میں انسان اپنی حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ یہی معاملہ یہود کا تھا کہ انہوں نے دوسروں پر رعب گانٹھنے کے لیے ضِدم ضِدا کی روش اختیار کی' محض اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کے ایک شخص محمد عربی ﷺ کو اپنے فضل سے نواز دیا۔

﴿فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ ؕ﴾ ''تو وہ لوٹے غضب پر غضب لے کر۔''
یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے۔

﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ ''اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز عذاب ہے۔''

''مُّهِيْنٌ'' اہانت سے بنا ہے۔ ان کی اس روش کی وجہ سے ان کے لیے اہانت آمیز عذاب مقرر ہے۔

آیت ۹۱ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ اس پر جو اللہ نے نازل فرمایا ہے''

﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ ''تو کہتے ہیں ہم ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو ہم پر نازل ہوا''

﴿وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ؕ﴾ ''اور وہ کفر کر رہے ہیں اس کا جو اس کے پیچھے ہے۔''

چنانچہ انہوں نے پہلے انجیل کا کفر کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں مانا' اور اب انہوں نے

محمد ﷺ کا کفر کیا ہے اور قرآن کو نہیں مانا۔

﴿وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ حق ہے' تصدیق کرتے ہوئے آیا ہے اس کی جو اُن کے پاس ہے۔''

﴿قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''(اے نبیؐ! ان سے) کہیے: تو پھر تم کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے؟''

﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ''اگر تم واقعتاً ایمان رکھنے والے ہو!''

اگر تم ایسے ہی حق پرست ہو اور جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھنے والے ہو تو تم اُن پیغمبروں کو کیوں قتل کرتے رہے ہو جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے؟ تم نے زکریا علیہ السلام کو کیوں قتل کیا؟ یحییٰ علیہ السلام کو کیوں قتل کیا؟ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی پلاننگ کیوں کی؟ تمہارے تو ہاتھ نبیوں کے خون سے آلودہ ہیں اور تم دعوے دار ہو ایمان کے!

آیت ۹۲ ﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور آ چکے تمہارے پاس موسیٰؑ صریح معجزے اور واضح تعلیمات لے کر''

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''پھر تم نے اُس کی غیر حاضری میں بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا''

﴿وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ ''اور تم ظالم ہو۔''

آیت ۹۳ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ ''اور یاد کرو جبکہ ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور تمہارے اوپر کوہِ طور کو معلق کر دیا تھا۔''

﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا﴾ ''پکڑو اس کو جو ہم نے تم کو دیا ہے مضبوطی کے ساتھ اور سنو!''

ہم نے تاکید کی تھی کہ جو ہدایات ہم دے رہے ہیں ان کی سختی کے ساتھ پابندی کرو اور کان لگا کر سنو۔

﴿قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔''

یعنی ہم نے سن تو لیا ہے' مگر مانیں گے نہیں! قومِ یہود کی یہ بھی ایک دیرینہ بیماری تھی کہ زبان کو ذرا سا مروڑ کر الفاظ کو اس طرح بدل دیتے تھے کہ بات کا مفہوم ہی یکسر بدل جائے۔ چنانچہ ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' کے بجائے ''سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا'' کہتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

ساتھ جو منافقین تھے ان کا بھی یہی وطیرہ تھا۔ ان کی جب سرزنش کی جاتی تو کہتے تھے کہ ہم نے تو کہا تھا ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' آپ کی اپنی سماعت میں کوئی خلل ہوگا۔

﴿وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ﴾ ''اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ان کے اس کفر کی پاداش میں۔''

﴿قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ﴾ ''کہیے: بہت ہی بری ہیں یہ باتیں جن کا حکم دے رہا ہے تمہیں تمہارا ایمان''

﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اگر تم مؤمن ہو!''

یہ عجیب ایمان ہے جو تمہیں ایسی بری حرکات کا حکم دیتا ہے۔ کیا ایمان کے ساتھ ایسی حرکتیں ممکن ہوتی ہیں؟

آگے پھر ایک بہت اہم آفاقی سچائی (universal truth) کا بیان ہو رہا ہے' جس کو پڑھتے ہوئے خود دروں بینی (introspection) کی ضرورت ہے۔ یہود کو یہ زعم تھا کہ ہم تو اللہ کے بڑے چہیتے ہیں' لاڈلے ہیں' اس کے بیٹوں کی مانند ہیں' ہم اولیاء اللہ ہیں' ہم اس کے پسندیدہ اور چنیدہ لوگ ہیں' لہٰذا آخرت کا گھر ہمارے ہی لیے ہے۔ چنانچہ ان کے سامنے ایک لٹمس ٹیسٹ (litmus test) رکھا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ٹیسٹ میرے اور آپ کے لیے بھی ہے۔

آیت ۹۴ ﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ﴾ ''(اے نبیؐ! ان سے) کہیے: اگر تمہارے لیے آخرت کا گھر اللہ کے پاس خالص کر دیا گیا ہے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر''

یعنی تمہارے لیے جنت مخصوص (reserve) ہو چکی ہے اور تم مرتے ہی جنت میں پہنچا دیے جاؤ گے۔

﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ ''تب تو تمہیں موت کی تمنا کرنی چاہیے اگر تم (اپنے اس خیال میں) سچے ہو۔''

اگر تمہیں جنت میں داخل ہونے کا اتنا ہی یقین ہے پھر تو دنیا میں رہنا تم پر گراں ہونا چاہیے۔ یہاں تو بہت سی کلفتیں ہیں' یہاں تو انسان کو بڑی مشقت اور شدید کوفت اٹھانی پڑ جاتی ہے۔ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ اس دنیا کے بعد آخرت کی زندگی ہے اور وہاں میرا مقام

جنت میں ہے تو اسے یہ زندگی اثاثہ (asset) نہیں' ذمہ داری (liability) معلوم ہونی چاہیے۔ اسے تو دنیا قید خانہ نظر آنی چاہیے' جیسے حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ))(۱) ''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''۔ اگر کسی شخص کا آخرت پر ایمان ہے اور اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ خلوص پر مبنی ہے نہ کہ دھوکہ بازی پر تو اس کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ اسے دنیا میں زیادہ دیر تک زندہ رہنے کی آرزو تو نہ ہو۔ اس کا جائزہ ہر شخص خود لگا سکتا ہے' از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ﴾ (القیٰمة) ''بلکہ آدمی اپنے لیے آپ دلیل ہے''۔ ہر انسان کو خوب معلوم ہے کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ آپ کا دل آپ کو بتا دے گا کہ آپ اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں یا آپ کا معاملہ خلوص و اخلاص پر مبنی ہے۔ اگر واقعتاً خلوص اور اخلاص والا معاملہ ہے تو پھر تو یہ کیفیت ہونی چاہیے جس کا نقشہ اس حدیث نبویؐ میں کھینچا گیا ہے: ((کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ))(۲) ''دنیا میں اس طرح رہو گویا تم اجنبی ہو یا مسافر ہو''۔ پھر تو یہ دنیا باغ نہیں قید خانہ نظر آنی چاہیے' جس میں انسان مجبوراً رہتا ہے۔ پھر زاویۂ نگاہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ نے مجھے یہاں بھیجا ہے' لہٰذا ایک معین مدت کے لیے یہاں رہنا ہے اور جو جو ذمہ داریاں اس کی طرف عائد کی گئی ہیں وہ ادا کرنی ہیں۔ لیکن اگر یہاں رہنے کی خواہش دل میں موجود ہے تو پھر یا تو آخرت پر ایمان نہیں یا اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ خلوص و اخلاص پر مبنی نہیں۔ یہ گویا ٹمس ٹیسٹ ہے۔

آیت ۹۵ ﴿وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا﴾ ''اور یہ ہرگز آرزو نہیں کریں گے موت کی''

﴿بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ﴾ ''بسبب اُن کرتوتوں کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہوئے ہیں۔''

ہر شخص کو خود معلوم ہے کہ میں نے کیا کمائی کی ہے' کیا آگے بھیجی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝﴾ ''اور اللہ ان ظالموں سے بخوبی واقف ہے۔''

آیت ۹۶ ﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ﴾ ''اور تم انہیں پاؤ گے تمام انسانوں سے زیادہ حریص اس (دنیا کی) زندگی پر۔''

---

(۱) صحیح مسلم' کتاب الزهد و الرقائق' عن ابی هریرة رضی الله عنه۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب قول النبی ﷺ کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل۔ و سنن الترمذی' کتاب الزهد' باب ما جاء فی قصر الأمل۔

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ ''حتیٰ کہ مشرکوں سے بھی زیادہ حریص۔''

یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ مشرکین نے اہل ایمان کے ساتھ مقابلہ کیا تو کھل کر کیا' میدان میں آ کر ڈٹ کر کیا' اپنی جانیں اپنے باطل معبودوں کے لیے قربان کیں' جبکہ یہودیوں میں یہ ہمت و جرأت قطعاً نہیں تھی کہ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آ سکیں۔ ان کے بارے میں سورۃ الحشر میں الفاظ وارد ہوئے ہیں: ﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾ (آیت ۱۴) ''یہ سب مل کر بھی تم سے جنگ نہ کر سکیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی اوٹ سے''۔ چنانچہ یہود کبھی بھی سامنے آ کر مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اس لیے کہ انہیں اپنی جانیں بہت عزیز تھیں۔

﴿يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح اس کی عمر ہزار برس ہو جائے۔''

﴿وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ﴾ ''حالانکہ نہیں ہے اس کو بچانے والا عذاب سے اس قدر جینا۔''

اگر ان کو ان کی خواہش کے مطابق طویل زندگی دے بھی دی جائے تو یہ انہیں عذاب سے تو چھٹکارا نہیں دلا سکے گی۔ آخرت تو بالآخر آنی ہے اور انہیں ان کے کرتوتوں کی سزا مل کر رہنی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔''

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس و خطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن' کتب احادیث کے تراجم' میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے' اردو و انگریزی کتب' کیسٹس' سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے!